www.KitaboSunnat.com

قسط نمبر ۴ پروفیسر محمد دین قاسمی

اشتراکیت کی درآمد ، قرآن کے جعلی پرمٹ پر

زکوٰۃ اور قرآن مجید

زکوٰۃ سے کیا مراد ہے؟ یہ وہ مخصوص مقدارِ مال ہے جو اسلامی مملکت، مسلم اغنیاء سے وصول کرتی ہے اور اُسے امتِ مسلمہ کے اہلِ حاجت کی طرف لوٹا دیتی ہے، تاکہ اُن کی ضروریات بھی پوری ہوں اور وہ بھی معاشی خوشحالی کی طرف گامزن ہو سکیں۔ چودہ صدیوں پر مشتمل اسلامی ادب، زکوٰۃ کا یہی مفہوم تواتر اور تسلسل کے ساتھ پیش کرتا رہا ہے۔ چونکہ زکوٰۃ کا یہ مفہوم، بجائے خود فاضلہ دولت کی شخصی ملکیت کا بیّن ثبوت ہے۔ اس لیے بانیٔ طلوعِ اسلام کو اصطلاحِ زکوٰۃ سے یہ مفہوم خارج کرنے کے لیے اور اس کی جگہ نیا مفہوم داخل کرنے کے لیے خاصی کوہ کنی کرنی پڑی ہے۔ نئے دور میں "زکوٰۃ" کا ماڈرن مفہوم اب کمیونزم اور مارکس ازم سے ہم آہنگ ہو کر رہ گیا ہے۔ چنانچہ پرویز رقمطراز ہیں:

"قرآن کریم کے پیش کردہ معاشی نظام کی رو سے مملکت کی ساری آمدنی "زکوٰۃ" ہے کیونکہ اسے نوعِ انسانی کی نشوونما کے لیے صرف کیا جاتا ہے (ایتاءِ زکوٰۃ کے معنی نشوونما دینا ہوتا ہے) جسے آج کل زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اس کا ذکر تک نہیں ہے۔" (تفسیر مطالب الفرقان ج ۶ ص ۶۸)

"مملکت میں تمام کا سب افراد، ان کاموں کو جو ان کے سپرد کیے جائیں گے اپنی اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق پوری تندہی سے انجام دیں گے اس کے ماحصل میں سے بقدر اپنی ضروریات کے لے کر فاضلہ اس نظام کی سنٹرل اتھارٹی (مرکز ملت) کی تحویل

لہ یہ قرآن پاک کا پیش کردہ معاشی نظام نہیں بلکہ قرآن کی طرف منسوب کردہ ان کا اپنا طبع زاد نظام ہے جو کمیونزم اور مارکسزم میں سے ماخوذ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں دے دیں گے تاکہ وہ اس سے ان لوگوں کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کا انتظام بھی کرے جو اپنی ضروریات خود پوری کرنے کے قابل نہ ہوں اس کے علاوہ، وہ مملکت، افرادِ معاشرہ کی مناسب تعلیم و تربیت کا انتظام بھی کرے جس سے وہ اس قابل ہو جائیں کہ اپنی ذات کی نشوونما کر سکیں، اس اعتبار سے آپ آج کی اصطلاح میں کہہ سکتے ہیں کہ زکوٰۃ" اسلامی مملکت کی جملہ آمدنی (REVENUE) کو کہا جائے گا اور اسے اس لیے زکوٰۃ کہا جائے گا کہ اس آمدنی کا مقصد، افراد معاشرہ کی نشوونما ہو گا۔" (تفسیر مطالب الفرقان ج ۲ ص ۲۰۷)

اس ماڈرن مفہوم کی رو سے اب "زکوٰۃ" وہ مخصوص مقدار مال نہ رہی جو فرمانِ ایزدی کے مطابق صاحبِ مال، اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر اپنے عفو المال میں سے نکال کر نظمِ اجتماعی کے حوالے کرتا ہے بلکہ اب وہ سارے کا سارا عفو المال" زکوٰۃ" قرار پا گیا۔ جو افراد کی شخصی ملکیت میں رہنے کی بجائے، مملکت کی تحویل میں رہے گا۔ قرآنی "زکوٰۃ" میں یہ مفہوم گھسیٹرنے کے لیے عربی لغات کو کھنگالا گیا اور بہت سے صغروں کبروں کو ملا کر زکوٰۃ کا یہ مفہوم ایجاد کر ڈالا گیا۔

"زَكَا الْمَالُ وَالزَّرْعُ يَزْكُوْا وَاَزْكٰى۔ جانوروں کا اور کھیتی کا پھلنا پھولنا، بڑھنا، نشوونما پانا۔ اَزْكَى اللّٰهُ الْمَالَ وَزَكَّاهُ خدا نے مال کو نشوونما دی اور بڑھایا۔ زَكَا الرَّجُلُ يَزْكُوْ آدمی آسودہ اور خوشحال ہو گیا۔ اس کی صلاحیتوں میں نشوونما آ گئی۔ اس کی زندگی سرسبز و شاداب ہو گئی۔"

لہٰذا زکاۃ کے بنیادی معنی نشوونما پانا، بڑھنا، پھلنا، پھولنا ہیں، راغب نے یہ معنی[1] لکھ کر اس کی مثال میں قرآن مجید کی یہ آیت درج کی ہے:

[1] اس کے ساتھ متصل راغب نے یہ بھی لکھا ہے وَمِنْهُ الزَّكٰوةُ لِمَا يُخْرِجُ الْإِنْسَانُ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَى الْفُقَرَاءِ وَتَسْمِيَتُهُ بِذٰلِكَ لِمَا يَكُوْنُ فِيْهَا مِنْ رَجَاءِ الْبَرَكَةِ وَتَزْكِيَةِ النَّفْسِ اور اسی سے زکوٰۃ ہے جو انسان اپنے مال میں سے بطورِ حق اللہ نکالتا ہے۔ اسے یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ اس سے یا تو مال میں برکت ہوتی ہے یا نفسِ انسانی میں طہارت (باقی اگلے صفحہ پر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلْيَنظُرْ أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا (۱۹/۱۸)۔ دیکھو کہ کون سا کھانا حلال اور خوشں انجام ہے۔"

یعنی جس میں نشوونما دینے کی زیادہ صلاحیت ہے جو زیادہ (NUTRITIOUS) ہے۔" (لغات القرآن ص۸۰۰)

لفظ "زکوٰۃ" کے بنیادی معنوں میں جس طرح "افزائش و نشوونما" کا مفہوم پایا جاتا ہے بالکل اسی طرح "طہارت و صلاح" کا مفہوم بھی اس میں شامل ہے، لیکن چونکہ بانیٔ طلوعِ اسلام کو دوسرا مفہوم قابلِ قبول نہیں تھا۔ اس لیے انھوں نے اُسے پایۂ ثقاہت سے گرا دینے کے لیے اس مفہوم کی ایسی کمزور بلکہ لایعنی (اور شاید من گھڑت) توجیہ پیش کی ہے کہ ایک اوسط درجے کا قاری بھی اسے تسلیم نہ کر پاتے اور یہی ان کا مطمحِ نظر تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

زکوٰۃ کے معنی ہیں نشوونما پانا، بڑھنا، پھلنا پھولنا، بالیدگی۔ اس کے معنیٰ پاکیزگی کے بھی آتے ہیں غالباً اس لیے کہ درختوں کی نشوونما کے لیے ان کی شاخ تراشی کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ اس کے بنیادی معنی نہیں ہیں۔" (لغات القرآن ص۸۰۰)

پرویز صاحب کو نہ معلوم کس طرح کلیجہ تھام کر یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ "زکوٰۃ کے معنیٰ پاکیزگی کے بھی آتے ہیں" لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بے بنیاد دعویٰ بھی کر ڈالا کہ "یہ اُس کے بنیادی معنیٰ نہیں ہیں" اور پھر اس کی توجیہ میں ایسی بے کار سخن سازی کی ہے کہ "درختوں کی نشوونما" کے پیشِ نظر ان کی "شاخ تراشی" کے عمل میں اور "پاکیزگی" میں کوئی معنوی ربط سرے سے پایا ہی نہیں جاتا ہے۔

گزشتہ سے پیوستہ: پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔" یہ عبارت چونکہ پرویز صاحب کے لیے مفید مطلب نہ تھی اس لیے اسے نظر انداز کر دیا کیونکہ انہیں زندگی بھر مفید مطلب (نہ کہ مفید حق و صدق) اشیاء ہی کی تلاش و جستجو رہی، جہاں انہیں رائی کے برابر بھی ایسی کوئی چیز مل گئی اسے پہاڑ بنا کر پیش کر دیا۔ تاہم جہاں انہیں ایسی کوئی چیز نہ ملتی تھی تو وہ گھبرایا نہیں کرتے تھے بلکہ رائی کے بغیر ہی پہاڑ بنا ڈالا کرتے تھے لیکن جہاں کوئی چیز پہاڑ کے برابر خلافِ مطلب نظر آتی وہاں "حیاء" سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ یہ تھا پرویز صاحب کا "قرآنی تحقیق" کا انداز، جس پر وہ عمر بھر قائم رہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ازیں "زکوٰۃ" کے مفہوم کے تعین میں ایک اور چیز کو بھی بانی طلوعِ اسلام نے یکسر نظرانداز کر دیا ہے اور وہ یہ کہ مال کھیتی وغیرہ جن کی مثالیں دے کر انہوں نے "زکوٰۃ" بمعنی "بالیدگی ونشوونما" کو اجاگر کیا ہے) بے جان اشیاء ہیں، کجا یہ کہ وہ بکے از جاندار مخلوق ہونے کے باعث اپنا اخلاقی و اعتقادی وجود رکھتی ہوں۔ جب کہ انسان اول و آخر ایک اخلاقی و اعتقادی تشخص کا حامل ہے۔ اس لیے جب زکوٰۃ کے مادہ سے کوئی مشتقہ فعل، مال یا کھیتی کے لیے آئے تو وہاں اس کے معنی یقیناً 'نشوونما، بالیدگی اور پھلنا پھولنا' ہی ہوں گے کیونکہ ان چیزوں میں اخلاقی طور پر" خیر وصلاح" اور اعتقادی لحاظ سے "طہارت وپاکیزگی" کا مفہوم ہو ہی نہیں سکتا لیکن جب انسان کے متعلق کہا جائے کہ زَكَا الرَّجُلُ تو اس کا معنی "صلاح و طہارت" ہی کی نسبت سے کیا جائے گا نہ کہ طبعی نشوونما اور جسمانی بالیدگی" کی نسبت سے۔ کیونکہ ایک اخلاقی واعتقادی وجود میں جو "افزائش اور بالیدگی ونمو" پایا جائے گا اس کا تعلق بھی اس کی "طہارت وپاکیزگی" اور "صلاح وخیر" ہی سے ہوگا نہ کہ "طبعی افزائش" اور "جسمانی بالیدگی" جو صرف غیر اخلاقی اور غیر اعتقادی وجود ہی میں متحقق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتب لغت میں بے جان اشیاء یا غیر انسانی مخلوق کے لیے زَكَا يَزْكُو کے فعل میں غالب مفہوم افزائش ونمو کا ہوتا ہے نہ کہ طہارت و صلاح کا، جبکہ انسان کے لیے استعمال ہونے کی صورت میں اس فعل کے مفہوم میں طہارت و صلاح کا مفہوم ہی غالب ہوگا نہ کہ "طبعی افزائش" یا جسمانی بالیدگی کا مفہوم۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے پرویز صاحب نے یکسر نظرانداز کر دیا ہے۔

پرویز صاحب کا ایک بے بنیاد دعویٰ

رہا ان کا یہ فرمان کہ "طہارت وپاکیزگی کا معنیٰ زکوٰۃ کے بنیادی مفہوم میں شامل نہیں ہے"۔ تو یہ ایک قطعی غلط بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ "نشوونما اور بالیدگی" اور "صلاح و طہارت" دونوں ہی اس لفظ کے بنیادی مفہوم میں شامل ہیں۔ دیگر لغات کو تو چھوڑیئے جن کتب لغات کی مدد سے پرویز صاحب نے لغات القرآن کو مرتب کیا ہے ان میں معجم مقاییس اللغۃ بھی شامل ہے۔ اس میں یہ عبارت موجود ہے۔

(زکی) الزَّاءُ وَالْكَافُ وَالْحَرْفُ الْمُعْتَلُّ أَصْلٌ يَدُلُّ عَلَى نَمَاءٍ وَزِيَادَةٍ وَيُقَالُ الطَّهَارَةُ زَكَاةُ الْمَالِ۔ قَالَ بَعْضُهُمْ سُمِّيَتْ بِذَلِكَ لِأَنَّهَا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِمَّا يُرْجَى بِهِ زَكَاءُ الْمَالِ وَهُوَ زِيَادَتُهُ وَنَمَاؤُهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ سُمِّيَتْ زَكَاةً لِأَنَّهَا طَهَارَةٌ قَالُوا وَحُجَّةُ ذٰلِكَ قَوْلُهُ جَلَّ ثَنَاؤُهُ ۔ "خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا" وَالْأَصْلُ فِي ذٰلِكَ كُلِّهِ رَاجِعٌ إِلَى هٰذَيْنِ الْمَعْنَيَيْنِ، وَهُمَا النَّمَاءُ وَالطَّهَارَةُ ۔ (معجم مقاییس اللغۃ لابن فارس ج ۳ ص۱۷)

زکوٰۃ ۔ زاء، کاف اور حرفِ علت اس کا اصل مادہ ہے جو نماء اور افزائش پر دلالت کرتا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ طہارت بھی زکاۃِ مال ہے، بعض علماءِ لغت کے نزدیک زکوٰۃ کو زکوٰۃ کا نام اس لیے دیا گیا کہ اس فعل سے "افزائش مال اور نماءِ زر" کی امید کی جاتی ہے۔ جبکہ دیگر علماء کے نزدیک طہارت و پاکیزگی کے پیشِ نظر اسے زکاۃ کا نام دیا گیا ہے ان کی دلیل یہ ارشادِ ربانی ہے کہ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا (التوبۃ) ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کر دیں اور نیکی کی راہ میں ان کی نشوونما کرتے رہیں"۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مادے میں "بالیدگی و افزائش" اور "طہارت و صلاح" کے دونوں ہی مفہوم پائے جاتے ہیں۔

اس کے بعد ابنِ منظور کی لسان العرب کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمایئے۔ یاد رہے کہ پرویز صاحب نے لغات القرآن کی تدوین و ترتیب میں لسان العرب سے بھی استفادہ کیا ہے۔ علامہ ابن منظور بھی زکوٰۃ کے معانی میں "نشوونما" کے علاوہ "طہارت و صلاح" کا معنیٰ بیان کرتے ہیں۔

الزَّكَاةُ: الصَّلَاحُ ..... زَكَّاهُ اللهُ وَزَكَّى نَفْسَهُ تَزْكِيَةً: مَدَحَ ..... وَزَكَّى الرَّجُلُ نَفْسَهُ إِذَا وَصَفَهَا وَأَثْنَى عَلَيْهَا"۔

الزکوٰۃ صلاح ہے ..... اور زَكَّاهُ اللهُ وَزَكَّى نَفْسَهُ تَزْكِيَةً کا معنی ہے کہ اللہ نے اس کی اصلاح کی اور اس نے اپنے نفس کو سنوارا یا اس کی تعریف کی ...... وَزَكَّى الرَّجُلُ نَفْسَهُ کا معنی ہے کہ "آدمی نے اپنے آپ کی تعریف کی یا اپنی اصلاح کی۔ (لسان العرب ج ۱۴ ص ۳۵۸)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ تَعَالٰی: خَیْرًا مِّنْهُ زَکوٰةً أَیْ خَیْرًا مِّنْهُ عَمَلًا صَالِحًا وَ قَالَ الْفَرَّاءُ زَکوٰةً صَلَاحًا وَ کَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَزَّوَجَلَّ: حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکوٰةً قَالَ صَلَاحًا۔ قَالَ أَبُوْ زَیْدٍ النَّحْوِیُّ فِیْ قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ: وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَکَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا اَوْ قُرِئَ مَا زَکّٰی مِنْکُمْ، فَمَنْ قَرَأَ مَا زَکَا فَمَعْنَاهُ مَا صَلَحَ مِنْکُمْ وَمَنْ قَرَأَ مَا زَکّٰی فَمَعْنَاهُ مَا اَصْلَحَ وَلٰکِنَّ اللهَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَاءُ اَیْ یُصْلِحُ۔

ارشادِ خداوندی خَیْرًا مِّنْهُ زَکوٰةً کا معنیٰ ہے کہ "عمل صالح کے اعتبار سے بہتر" اور فرّاء نے کہا ہے "زکوٰۃ اصلاح ہے" اسی طرح فرمانِ ایزدی ہے حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکوٰةً یعنی "ہماری طرف سے نرم دل اور صاحبِ صلاح۔" ابوزید نحوی نے اس فرمانِ باری تعالیٰ کے متعلق کہا ہے کہ: وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَکَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ وَلٰکِنَّ اللهَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَاءُ ہیں بعض لوگوں نے مَا زَکَا مِنْکُمْ پڑھا ہے اور بعض نے مَا زَکّٰی مِنْکُمْ پڑھا ہے، پھر جس نے مَا زَکَا پڑھا تو معنی یہ ہوا کہ "تم میں سے وہ صاحبِ صلاح نہ ہوا۔ اور جس نے مَا زَکّٰی پڑھا تو معنی یہ ہوا کہ ۔۔" اس نے اصلاح نہ کی بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے اس کا تزکیہ کرتا ہے، یعنی اصلاح کرتا ہے۔

(لسان العرب جلد ۱۴ ص ۳۵۸)

چونکہ عام لوگوں کو الفاظ کی لغوی تحقیق سے کوئی دلچسپی نہیں اس لیے ہم انہی دو کتب کے حوالوں پر اکتفاء کرتے ہیں ورنہ کوئی کتابِ لغت ایسی نہیں ہے جس میں "زکوٰۃ" کے مفہوم میں "نشوونما" کے علاوہ "طہارت وصلاح" کے معنیٰ کو بنیادی معانی میں شامل نہ کیا گیا ہو۔

لفظِ زکوٰۃ اور جدید و قدیم مفاہیمِ پرویز

اس کے بعد اب یہ ملاحظہ فرمائیے کہ پرویز صاحب پر جوں جوں اشتراکیت کا رنگ گہرا ہوتا چلا گیا، وہ الفاظ کے قالب میں سے کس طرح سابقہ مفہوم کو خارج کر کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں نئے خود ساختہ معانی داخل کرتے چلے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر، اسی لفظ زکوٰۃ اور اس کے قرآنی مشتقات کے سابقہ اور جدید مفاہیم پر ایک نظر ڈال لیجئے سب کچھ واضح ہو جائے گا۔

نمبر شمار	قرآنی الفاظ و آیات	سابق مفہوم مع حوالہ کتاب و سال اشاعت کتاب	جدید مفہوم مع حوالہ کتاب و سال اشاعت کتاب
۱۔	وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ (۴/۲۳)	"جو زکوٰۃ ادا کرنے میں سرگرم ہیں" معارف قرآن جلد ۴ صـ ۲۵۵ ۲ نومبر ۱۹۴۹ء، ۱۲ محرم ۱۳۶۹ھ	"وہ اس پروگرام پر عمل پیرا ہو گئے جس سے تمام نوعِ انسانی کو نشو و نما کا سامان بہم پہنچتا ہے۔" مفہوم القرآن صـ ۷۲۰
۲۔	اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ (۱۸/۷۴)	"آپ نے ایک بے گناہ کی جان لی، حالانکہ اس نے کسی کی جان نہیں لی تھی" معارف جلد ۳ صـ ۳۸۱ سال: جولائی ۱۹۳۵ء	"آپ نے کیا کیا ایک پلے پلوٹے لڑکے کو یونہی قتل کر دیا۔" مفہوم القرآن جلد دوم صـ ۶۷۵ (سال اشاعت درج نہیں جبکہ جلد اول کا سال ۱۹۶۱ء ہے)
۳۔	فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا (۱۸/۱۹)	"جا کر دیکھے کس کے ہاں اچھا کھانا ملتا ہے۔" معارفِ قرآن ج ۳ صـ ۵۹۱ سال: جولائی ۱۹۳۵ء	"ایسا کھانا، جو زیادہ (NUT-RITIOUS) ہے۔" لغات القرآن صـ ۸۰۸ سال: اکتوبر ۱۹۶۰ء
۴	لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (۱۹/۱۹)	"کہ تجھے ایک پاک فرزند دے دوں۔" معارف القرآن جلد ۳ صـ ۴۹۱۔ سال: جولائی ۱۹۳۵ء	"وہ تجھے عمدہ نشو و نما یافتہ بچہ عطا کرے گا۔" مفہوم القرآن جلد دوم صـ ۶۸۹ سال اشاعت درج نہیں جلد اول کا سال اشاعت ۱۹۶۱ء ہے

ـه شاید اس وقت صاحبِ موسیٰ کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور اُسے نظر نہ آیا کہ وہ ایک "پلے پلوٹے" لڑکے کو قتل کر رہا ہے وہ اس بچے کے لڑکے کی بجائے کسی ایسے لڑکے کو اپنی مشقِ آزمائی کے لیے چنتے جو "پلا پلوسا" نہ ہوتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان مثالوں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ لفظ زکوٰۃ سے طہارت و پاکیزگی، صلاح و خیر اور توصیف نفسی و ثنا کے ان مفاہیم سے اپنے جدید مفہوم کی خاطر کس طرح گریز کیا گیا ہے جو سابقہ مفاہیم ہیں مسلّم چلے آرہے تھے۔ نیز یہ بھی کہ ماڈرن مفاہیم میں تجدد پسندی کی اس روش کے باعث کس قدر تکلف کیا گیا ہے اور جو معانی برآمد کئے گئے وہ اپنی اصل سے کس قدر بُعد رکھتے ہیں۔

زکوٰۃ کا اصطلاحی ولغوی مفہوم

علاوہ ازیں، یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ "زکوٰۃ" یا "الزکوٰۃ" قرآن پاک کی ایک مخصوص اصطلاح ہے اس کا یکے از اصطلاحات قرآن ہونا، خود پرویز صاحب کو بھی مسلّم تھا۔ انہوں نے ایک مقام پر یہ لکھا کہ:

"قرآن کریم نے ...... الزکوٰۃ کی جامع اصطلاح استعمال کی ہے۔"

(تفسیر مطالب الفرقان جلد ۲، صـ ۲۰۲)

اب یہ بات اہل علم تو درکنار معمولی سمجھ بوجھ والا آدمی بھی جانتا ہے کہ الفاظ کے اصطلاحی اور لغوی مفہوم میں بڑا فرق و تفاوت ہُوا کرتا ہے۔ جب کوئی لفظ ایک مخصوص اصطلاح کے طور پر مستعمل ہوتا ہے، تو اس میں، لغوی مفہوم سے انتہائی بُعد بلکہ مغائرت تک پیدا ہو جاتی ہے۔ اس بنا پر اس اصطلاح کا مفہوم لغت کی بنیاد پر متعین کرنا قطعی غلط ہے۔ کسی اصطلاح کا مفہوم، اس نظام، نظریئے، فن یا شخصیت کے حوالے سے متعین کیا جائے گا، جس کے ہاتھوں وہ اصطلاح اختیار کی گئی ہے۔ یہ ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے جس کا خود پرویز صاحب کو بھی اقرار و اعتراف تھا۔ چنانچہ انھوں نے خود ایک مقام پر یہ لکھا کہ:

"جب کوئی لفظ اصطلاح کی شکل میں مستعمل ہونے لگ جائے تو وہ اپنا لغوی مفہوم کھو دیتا ہے، اس کے بعد آپ جب بھی اس لفظ کا استعمال کریں گے وہ اپنے ان تمام مضمرات ولزومات کو اپنے ساتھ لائے گا جن سے وہ نظریہ یا نظام عبارت ہے۔ جس کے لیے وہ اصطلاح وضع کی گئی ہے"

(طلوع اسلام۔ ستمبر ۱۹۷۳ء صـ ۴۴)

اب اس کے بعد بانی طلوع اسلام کا طرز عمل ملاحظہ فرمائیے کہ وہ "الزکوٰۃ" کو قرآنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصطلاح بھی مانتے تھے پھر یہ بھی تسلیم کرتے تھے کہ — "جب کوئی لفظ اصطلاح کی شکل میں مستعمل ہونے لگ جائے تو وہ اپنا لغوی مفہوم کھو دیتا ہے" پھر وہ اس قرآنی اصطلاح — زکوٰۃ — کے مفہوم کے تعین کے لیے کتبِ لغت کھول کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اس ورق گردانی کے نتیجے میں، کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا لے کر وہ نئے معانی کا کنبہ جوڑتے رہتے تھے۔ ہمارے نزدیک یہ ساری کاروائی جس میں قرآنی اصطلاحات کا مفہوم، از روئے کتبِ لغات متعین کرنے کی کوشش، پرویز صاحب عمر بھر کرتے رہے ہیں، یہ سب کچھ اگر فریب دہی نہیں تو فریب خوردگی ضرور ہے۔

بہرحال، زکوٰۃ ایک قرآنی اصطلاح ہے۔ شارع نے نظامِ اسلام سے اسے وابستہ کرتے ہوئے جو معنی و مفہوم اس میں ودیعت کیا ہے اور معاشیاتِ اسلام سے وابستگی کی بناء پر جو لزومات و مضمرات اس میں سمو دیئے ہیں۔ ان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے کتبِ لغات کی بنیاد پر کھینچ تان کر کے، مارکسزم کی فکری و ذہنی غلامی کے زیر اثر، نئے معانی داخل کرنا سخت بیجا حرکت ہے۔ پرویز صاحب کی عمر بھر کی قرآنی خدمت کا ماحصل یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کی ایک ایک اصطلاح کو لے کر اشتراکی تہذیب کی فکری اسیری میں مبتلا ہو کر کتبِ لغات کے نام پر، ان میں نئے معانی داخل کئے ہیں۔

زکوٰۃ، لغوی و اصطلاحی مفہوم کا مجمع البحرین

اگرچہ زکوٰۃ کے لغوی مفہوم میں "بالیدگی و نشوونما" اور "طہارت و صلاح" دونوں داخل ہیں، لیکن اصطلاحی طور پر خود شارع نے زکوٰۃ کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ یہ مال و دولت میں سے وہ مخصوص مقدار ہے جو ملتِ اسلامیہ کے صاحبِ ثروت افراد سے وصول کر کے، امت کے مفلس اور حاجت مند افراد کو لوٹائی جاتی ہے۔ شارع نے مختلف النوع اموال کے لیے جداگانہ نصاب مقرر فرماتے ہیں۔ زکوٰۃ کے عملی پروگرام میں حصہ لیتے ہوئے خود افرادِ امت کے ہاں اس کا لغوی مفہوم بھی نظر انداز نہیں ہوتا ہے۔ وہ زکوٰۃ اس لیے دیتے ہیں کہ ان کے مال میں **بالیدگی و نشوونما** اور اُن کے نفوس میں **طہارت و صلاح** پیدا ہو، ان کے قلب و ذہن، بخل، زر پرستی، اور حبِ دنیا جیسی صفاتِ رذیلہ سے **پاکیزگی و طہارت** پالیں اور ایثار و قربانی، ہمدردی و غمگساری، فیاضی و سخاوت، رحمدلی اور انسان پروری کی صفاتِ حسنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ان میں افزائش ونشوونما ہو۔ دوسری طرف، نظامِ زکوٰۃ کی بنیاد پر اہلِ حاجت اور نادار طبقوں کو جو امداد بصورتِ مال یا بصورتِ جنس (HELP IN CASH OR KIND) اہلِ ثروت کی طرف سے ملتی ہے اسے پاکر ان افراد کے قلوب ونفوس مالدار طبقے کے خلاف حسد، کڑھن، جلن اور احساسِ کہتری جیسی صفاتِ رذیلہ سے پاک ہوجاتے ہیں اور ان کے قلوب واذہان میں بھی اہلِ ثروت کے ساتھ خیرخواہی، خیرسگالی اور باہمی احترام واکرام کے جذبات کو افزائش اور بالیدگی میسر آتی ہے اس طرح مجموعی طور پر پورے معاشرے میں مالی اعتبار سے قوی اور کمزور طبقوں میں باہمی تعاون واشتراکِ عمل کی فضا پھیلتی پھولتی اور افزائش پذیر ہوتی ہے، اس طرح معاشرہ طبقاتی کشمکش کے مفسدات سے دن بدن، نظامِ زکوٰۃ کی بدولت پاک ہوتا رہتا ہے۔ پس جب یہاں حال یہ ہے کہ زکوٰۃ کے اصطلاحی مفہوم پر عمل پیرا ہونے میں لغوی مفہوم بھی اس سے منفک نہیں ہوتا تو آخر اس بات کی کیا ضرورت پڑی ہے کہ زکوٰۃ کے لفظ سے اس اصطلاحی مفہوم کو نکال باہر کیا جائے، جو شارع نے خود اس میں داخل کیا ہے اور اشتراکیت کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہوتے ہوئے، حکومت کی جملہ آمدنی (REVENUE) کا مفہوم خواہ مخواہ اس میں گھسیڑا جائے لیکن ہمارے ہاں کے غلام فطرت مفکرِ قرآن صاحب کی "قرآنی فکر" کی معراج ہی یہ ہے کہ وہ قرآنی اصطلاحات کو اصل معانی سے (جو شارع نے انہیں دے رکھی ہیں) مجرّد کرکے، لغت کی کتب کی بنیاد پر مختلف صُغرے اور کُبرے ملا کر ان میں نئے خودساختہ معانی داخل کئے جائیں۔ پرویز صاحب نے زکوٰۃ کی قرآنی اصطلاح کے ساتھ یہی سلوک کیا اور شارع کے مقرر کردہ مفہوم کو "مروجہ مفہوم" کہتے ہوئے مذاق اڑاتے رہے

زکوٰۃ کا مفہومِ اصلی اور پرویز صاحب

حالانکہ کل تک وہ خود اسی شرعی اور مصطلحہ مفہوم کو مانتے رہے ہیں۔ یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیے:۔

"نبی اکرمؐ نے (اور حضورؐ کے اتباع میں خلفائے راشدین نے) جن یہود و نصاریٰ وغیرہ سے صلح کی تو ان کے معاہدات میں جزیہ کے مقاصد کی بھی تصریح فرمادی۔ ان معاہدات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زرِ جزیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے معاوضہ میں ان لوگوں کو یہ حقوق حاصل تھے۔

(۱) کوئی شخص ان پر حملہ آور ہوگا تو ان کی مدافعت کی جائے گی اس میں ان کی جان و مال، کاروانِ تجارت اور دیگر مملوکہ اشیاء سب شامل ہیں۔

(۲) ان کو ان کے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جائے گا، ان کے معابد کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔

(۳) جو حقوق انہیں اس سے پہلے حاصل تھے وہ زائل نہیں کئے جائیں گے۔

(۴) ان سے عشر وصول نہیں کیا جائے گا۔

اب دیکھئے، اس ٹیکس کی مقدار کیا تھی؟ اس کی عام شرح تین[۳] روپے اور چھ[۶] روپے سالانہ تھی اور زیادہ سے زیادہ بیس[۲۰] روپے اور پھر اس سے بیس[۲۰] برس سے کم اور پچاس[۵۰] برس سے زیادہ عمر والے مرد، نیز تمام عورتیں، مفلوج، معطل العضو، نابینا، مفلس اور تمام لوگ جو فوجی خدمت از خود قبول کریں، مستثنیٰ تھے۔ اس کے برعکس اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھئے کہ مسلمانوں کو جبری فوجی ملازمت کے علاوہ، زکوٰۃ بھی دینی پڑتی تھی۔ یعنی اگر کسی مسلمان کے پاس ایک لاکھ روپیہ ہو تو اُسے (اس وقت کی شرح کے مطابق) کم از کم اڑھائی ہزار روپیہ زکوٰۃ کا دینا پڑا۔ ساتھ ہی فوجی ملازمت بھی اگر وہ غیر مسلم ہے تو اُسے صرف بیس[۲۰] روپے ادا کرنے پڑے اور اس کی حفاظت کی تمام تر ذمہ داری دوسروں کے سر ہو گئی"۔ (معارف القرآن ج ۴ صـ ۵۶۸)

مصارفِ زکوٰۃ

کل تک پرویز صاحب زکوٰۃ کے اسی مصطلحہ مفہوم کو مانتے رہے ہیں جو چودہ[۱۴] صدیوں سے ملتِ اسلامیہ میں ایک متفق علیہ مفہوم کی حیثیت سے مسلّم چلا آ رہا ہے۔ مگر آج اشتراکیت کا اسیر زلف ہونے کی بناء پر انھوں نے اس مفہوم کی مخالفت کی، چنانچہ زکوٰۃ کے مصارف پر مشتمل آیات کے متعلق لکھا کہ:

آج کل ہمارے ہاں ان مدات کو "زکوٰۃ" کی مدات سمجھا جاتا ہے جو صحیح نہیں، قرآنِ کریم کے پیش کردہ[۱] معاشی نظام کی رو سے مملکت کی ساری آمدنی

[۱] یہ بات پھر ذہن نشین کر لیجئے کہ جسے پرویز صاحب "قرآن کا پیش کردہ معاشی نظام" کہتے ہیں وہ فی الواقعہ قرآن کی طرف منسوب کردہ ان کا اپنا معاشی نظام ہے جسے انھوں نے مارکسزم کی طابق النعل بالنعل تقلید سے اخذ کیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زکوٰۃ ہے، اسے نوعِ انسانی کی نشوونما کے لیے صرف کیا جاتا ہے (ایتاءِ زکوٰۃ کے معنی نشوونما دینا ہیں) جسے آج کل زکوٰۃ کہا جاتا ہے قرآنِ کریم میں اس کا کہیں ذکر نہیں"۔ (تفسیر مطالب الفرقان ج ۶ ص ۲۰۸)

ایک اور مقام پر اسی آیت کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ صدقات کے مصارف ہیں جنہیں ہمارے ہاں غلطی سے زکوٰۃ کے مصارف سمجھ لیا گیا ہے"۔ (نظامِ ربوبیت ص ۲۸۴)

حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں صدقات کا لفظ، دو معانی میں استعمال ہوا ہے۔ اولاً عام خیرات کے لیے اور ثانیاً زکوٰۃ کے لیے۔ لیکن جناب پرویز صاحب نے آج لفظ "صدقات" کے مفہوم کو بھی بالکل بدل کر رکھ دیا ہے۔ آج "صدقات" سے کیا مراد ہے؟ پرویز صاحب سے ملاحظہ فرمایئے۔

آیت نمبر ۹/۶۰ اور پرویز

"بعض اوقات، ہنگامی حالات ایسے بھی پیدا ہو جاتے ہیں جن کے لیے بجٹ میں گنجائش نہیں ہوتی، مثلاً سیلاب، زلزلہ، جنگ وغیرہ اُن کے لیے ملت سے خاص عطیات کی اپیل کرنی پڑتی ہے۔ انہیں قرآن کریم نے صدقات سے تعبیر کیا ہے سورۂ توبہ کی آیت (۶۰) میں جن مصارف کا ذکر ہے وہ صدقات کے مصارف ہیں، زکوٰۃ کے نہیں"۔

(نظامِ ربوبیت ص ۴۱۸)

"ہنگامی حالات کے لیے عطیات کو صدقات کہا جاتا ہے"۔

(نظامِ ربوبیت ص ۴۱۸)

صدقات سے مراد "ہنگامی حالات کے عطیات" ہیں یا زکوٰۃ؟ نیز سورہ توبہ کی آیت (۶۰) میں جو فہرست مذکور ہے وہ مستحقینِ زکوٰۃ کی فہرست ہے یا ہنگامی عطیات کے حقداروں کی؟ اس کے حتمی فیصلہ کے لیے ہم بوجوہ تاریخ الامت کا اقتباس پیش کر رہے ہیں۔

آیت ۹/۶۰ اور اسلم جیراج پوری

اولاً، اس لیے کہ اس کتاب کے مصنف "اسلم جیراجپوری" کو بانی طلوعِ اسلام نے جابجا اپنا استاد تسلیم کیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثانیاً اس لیے کہ اس کتاب کو ادارہ طلوعِ اسلام نے شائع کیا ہے۔

ثالثاً: اس لیے کہ اس کتاب کے بارے میں یہ دعوےٰ کیا گیا ہے کہ مصنف نے کتاب میں ـــ "جو تحقیقی بات تھی، وہی ثابت کر دی ـــ" صـ۱۲۔ لہٰذا اس کتاب کا اقتباس وابستگانِ طلوعِ اسلام کے لیے اتمامِ حجت کا درجہ رکھتا ہے۔ اب اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔ اسلم جیراجپوری صاحب آیت (۹/۶۰) کے متعلق لکھتے ہیں۔

"زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے ایک مصرف خاص اس کے لیے مقرر فرمایا یعنی زکوٰۃ کی آمدنی میں سے مال کا ایک حصہ اس غرض کے لیے مخصوص کرایا جائے کہ اس سے غلام آزاد کرائے جائیں"۔ (صـ۲۰۵)

زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی اس کے مصارف سورۂ توبہ میں بیان کر دیئے گئے۔ (صـ۲۰۶)

اب یہ ظاہر ہے کہ سورۂ توبہ کی جس آیت (۶۰) میں مصارف زکوٰۃ کا حوالہ اسلم جیراجپوری نے دیا ہے وہ وہی آیت ہے جس کے متعلق پرویز صاحب نے کچھ مدت پیش از مرگ یہ واویلا مچانا شروع کر دیا تھا کہ ـــ "یہ صدقات کے مصارف ہیں جنہیں ہمارے ہاں غلطی سے زکوٰۃ کے مصارف سمجھ لیا گیا ہے"۔ نظامِ ربوبیت صـ۲۸۴) حالانکہ اس واویلا سے قبل، وہ ایک مدت تک آیت (۶۰) میں مذکور مصارف کو زکوٰۃ ہی کے مصارف قرار دیتے رہے ہیں۔ "صدقات" کا لفظ زکوٰۃ کے معنوں میں آیت (۹/۵۸) میں آیا ہے۔ پرویز صاحب نے اس کا ترجمہ بایں الفاظ پیش کیا ہے ـــ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ (۹/۵۸) " اور ان میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ مالِ زکوٰۃ بانٹنے میں تجھ پر عیب لگاتے ہیں۔" (معارف القرآن ج ۴ صـ۵۸۵)

اب آیئے آیت (۹/۶۰) کی طرف جس کے متعلق پرویز صاحب یہ کہتے ہیں کہ ان میں مذکور مصارف صدقات کے مصارف ہیں نہ کہ زکوٰۃ کے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَ	یہ اموالِ صدقات تو در اصل فقیروں
الْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ	اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں
عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ	کے لیے جو زکوٰۃ کے کام پر مامور ہوں اور
وَفِي الرِّقَابِ	ان کے لیے جن کی تالیفِ قلب مطلوب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۹/۶۰)

ہو، نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرضداروں کی مدد کرتے ہیں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال ہونے کی خاطر ہیں۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ صاحب علم و حکمت ہے۔

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ اگر اس آیت میں صدقات سے مراد، ہنگامی حالات کے عطیات ہوتے تو ہنگامی حالات کے باعث افرادِ معاشرہ کا فقر و مسکنت میں مبتلا ہو جانا تو سمجھ میں آتا ہے مگر لوگوں کی گردنوں کا غلامی میں پھنس جانا اور ان پر حالتِ سفر کا طاری ہو جانا (جس میں یہ عطیات انہیں دیئے جائیں گے) بالکل ناقابلِ فہم ہے؛ کیا لوگ ہنگامی حالات ہی میں سفر کیا کرتے ہیں کہ ان کو چندوں کی ضرورت پڑتی ہے؟ کیا عہدِ نبوی میں ہنگامی حالات ہی میں غلامی کا وجود تھا؟ عام حالات میں غلامی رواج پذیر نہ تھی؟ کہ ان کی گردنوں کو قیدِ غلامی سے چھڑانے کے لیے ہنگامی چندوں کی ضرورت ہوتی؟ حقیقت یہ ہے کہ صدقات کا یہ مفہوم (کہ وہ ہنگامی چندوں اور عطیات کا نام ہے) قطعی خود ساختہ مفہوم ہے جسے طلوعِ اسلام کی لغت ساز ٹکسال میں ڈھالا گیا ہے۔ آیت (۹/۶۰) میں "صدقات" کا لفظ بالزکوٰۃ ہی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہی صدقات کو اسی آیت میں فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ کہا گیا ہے اور یہ خدائی فریضہ بہر حال زکوٰۃ ہی ہے۔ زکوٰۃ سے مراد "ضرورت سے زائد" پوری دولتِ مکسوبہ نہیں ہے جو بقول پرویز صاحب، ریاست کی تحویل میں چلی جاتی ہے بلکہ یہ وہ مال کی مقدار ہے جس کی ادائیگی کے بعد بھی فردِ کاسب کے پاس مال و دولت بچ رہتی ہے۔ جس میں سے وہ (زکوٰۃ کے علاوہ بھی) فراخدلی سے خرچ کرتا رہتا ہے۔ درج ذیل آیات اس حقیقت پر شاہد عدل ہیں۔

زکوٰۃ کے بعد بھی حکمِ انفاق:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (۷۳/۲۰)

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسن بھی پیش کرتے رہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت سے دو باتیں بالکل واضح ہیں :

اوّلاً یہ کہ زکوٰۃ سے مراد پوری دولت نہیں ہے جو بقول پرویز صاحب کا سب افراد کے ہاتھوں سے نکل کر مملکت کی تحویل میں چلی جاتی ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو انسان کے پاس سرے کوئی فاضل مال باقی ہی نہ بچتا، کجا یہ کہ وہ قرضِ حسن بھی پیش کر ڈالتا۔ زکوٰۃ کے علاوہ یہاں قرضِ حسن کا مطالبہ اس امر کو مستلزم ہے کہ قرآن کے نزدیک فرد کا سب اپنے اموالِ مکسوبہ میں سے صرف اتنے ہی کا حقدار نہیں ہے جو اس کی ضروریات کی کفایت کر سکے بلکہ وہ اپنے پورے ماحصل کا مالک ہے اور مالک ہی کی حیثیت سے پھر وہ انفاق فی سبیل اللہ کرتا ہے۔

ثانیاً: یہ کہ، زکوٰۃ ایک ایسی مخصوص مقدارِ مال کا نام ہے جو عفو المال میں سے نکالی جاتی ہے۔ اور اس مقدار کے نکل جانے کے بعد بھی اس کی ملکیت میں اس قدر عفو المال بچ رہتا ہے کہ قرآنِ کریم اس میں سے اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن پیش کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

خود پرویز صاحب نے ایک مقام پر اس آیت کے ترجمے میں، اس حقیقت کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ واضح کر دیا ہے :

"اور نماز کے نظام کو قائم رکھو، زکوٰۃ دو، نیز (زکوٰۃ کے علاوہ بھی) اللہ (کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے اگر ضرورت پڑے تو مرکز) کو قرضِ حسنہ بھی دیا کرو" (معارف القرآن ج ۴ ص ۲۳۳)

زکوٰۃ کے علاوہ بھی قرآنی حکمِ انفاق

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل آیات بھی اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ	نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی
قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ	طرف کر لیے یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی یہ
الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ	ہے آدمی اللہ کو، یوم آخر اور ملائکہ کو،
الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَ	اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے
النَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي	پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت
الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَ	میں اپنا دل پسند مال، رشتے داروں اور یتیموں کی صورت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِبْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ..... (۲/۱۷۷)	پر، مسکینوں اور مسافروں پر سوال کرنیوالوں اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے .....

سورۂ مائدہ میں یہ الفاظ بھی اسی حقیقت کو بے نقاب کرتے ہیں :

لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (المآئدۃ ۱۲)	اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں کو مانا اور ان کی مدد کی اور اپنے خدا کو اچھا قرض دیتے رہے تو یقین رکھو کہ میں تمہاری برائیاں تم سے زائل کر دوں گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ۔

ان آیات میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی اہلِ حاجت پر مال خرچ کرنے یا اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دینے کا ذکر ہے ۔ اگر فی الواقعہ زکوٰۃ سے مراد، وہ سارے کا سارا عفو المال ہوتا جو افراد کی ذاتی ملکیت سے نکل کر ریاست کی تحویل میں چلا جاتا تو اس کے بعد اہلِ حاجت پر صرف کرنے یا اللہ کو قرضِ حسن دینے کا حکم عبث قرار پاتا ۔ حکمِ زکوٰۃ کے بعد بھی انفاق کے یہ مطالبے اس امر کو شک وشبہ سے بالاتر کر دیتے ہیں کہ زکوٰۃ کا وہ مفہوم قطعی غلط ہے جو پرویز صاحب نے بیان کیا ہے ۔

الغرض، آیت (۹/۶۰) میں صدقات سے مراد " زکوٰۃ " ہی ہے جس کا ذکر (۹/۵۸) میں بھی کیا گیا ہے ۔ جیسا کہ پرویز صاحب کے حوالے (معارف القرآن ج ۴ صـ۵۸۵) سے گزر چکا ہے ۔

مصطلحہ زکوٰۃ پر پرویزی اعتراضات کا جائزہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "مفکرِ قرآن" صاحب نے زکوٰۃ کے اس مصطلحہ مفہوم پر (جو دورِ نزولِ قرآن سے لے کر آج تک متفق علیہ اور مجمع علیہ مفہوم کے طور پر متواتر اور معروف رہا ہے) جو اعتراضات کئے ہیں، ان کا بھی جائزہ لے لیا جائے، ان اعتراضات کا خلاصہ (جن کی تفصیل تفسیر مطالب الفرقان جلد ۲ صـ۲۰۸ پر دی گئی ہے) درا ذیل ہے :

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ قرآن جمع مال ہی کے خلاف ہے کجا یہ کہ اس پر ایک سال گزر جائے اور پھر اس پر مصطلحہ زکوٰۃ واجب ہو۔

۲۔ قرآن میں وصولی و جمع زکوٰۃ کا سرے سے کوئی حکم ہی نہیں ہے، اس میں صرف ایتاءِ زکوٰۃ کا حکم ہے۔ لہٰذا یہ مروجہ وصول و جمع کے خلاف ہے۔

۳۔ قُلِ الْعَفْوَ انتہائی مرحلہ ہے جس پر پہنچ کر جمع مال اور پھر اس پر "زکوٰۃ" ممکن ہی نہیں ہے۔

اب ہم ان اعتراضات کا قرآن کریم کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں:

جائزۂ اعتراضِ اوّل

ہاں! یہ درست ہے کہ قرآن، جمعِ مال کے خلاف ہے۔ جبکہ مال و دولت میں سے شرعی حقوق وواجبات ادا نہ کئے جاتے ہوں۔ اگر شرعی حقوق کی ادائیگی جاری رہے اور مال و دولت بھی شریعت کی حدود میں رہ کر کمایا جائے اور اُسے نیکی کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے بخل سے کام بھی نہ لیا جائے تو اس کے باوجود جو مال، اس کے پاس جمع ہوگا وہ اکتنازِ زر کی وعید میں نہیں آتا اکتنازِ زر کی وعید صرف اس صورت میں ہے جبکہ جمع مال کے ساتھ "لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" کا طرزِ عمل بھی موجود ہو۔ پرویز صاحب نے مطلق جمع مال کو اس وعید کا مصداق قرار دے کر جمع مال کی مذمت کی ہے۔ حالانکہ یہ بات ہی سرے سے غلط ہے، جمع مال کی مذمت میں پرویز صاحب نے الفاظ قرآنی ۔ جَمَعَ فَاَوْعٰى (۷۰/۱۸) اور اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ (۱۰۴/۲) سے بھی استدلال کیا ہے۔ حالانکہ یہ آیات ان لوگوں کی مذمت میں ہیں جو کافر ہیں اور سرے سے اپنے اموال میں خدا کے کسی حق کو مانتے ہی نہیں ہیں کجا یہ کہ وہ عملاً اس کا حق ادا کریں۔ لہٰذا یہ منکرینِ خدا و آخرت مال کی محبت میں ایسے مبتلا ہیں کہ انہیں اپنے رزق میں رازق کے حقوق کی مطلق پرواہ نہیں ہے۔ ایسے لوگ واقعی مذمت کے مستحق ہیں خواہ وہ کھلے کافر ہوں یا منافق یا نام نہاد مسلمان ہوں۔ ایک سچے اور کھرے مسلمان کا طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ اپنی مکسوبہ دولت میں سے خدا کے راستے میں دل کھول کر خرچ کرے، فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے بعد بھی، اگر کچھ رقم اس کے پاس جمع رہ جائے تو اسلام اس دولت کو اللہ کا فضل قرار دیتا ہے۔ قرآن مطلق جمع مال کے خلاف نہیں ہے بلکہ وہ صرف اس صورت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے خلاف ہے جبکہ خدا اور آخرت کے تقاضوں سے گریز کرتے ہوئے مال جمع کیا جائے ایک مقام پر اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ :

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (۱۰/۵۸)	اے نبی! یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے یہ ان سب سے بہتر ہے جو لوگ جمع کر رہے ہیں۔

یہاں نہ تو "مَا يَجْمَعُوْنَ" کو برا بھلا کہا گیا ہے اور نہ ہی جمع کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے بلکہ نعمتِ قرآن پر انہیں خوشی منانے کی دعوت دی گئی ہے اس ہدایت کے ساتھ کہ قرآنی تعلیمات کے مقابلے میں اپنے دنیاوی مال کو بہتر نہ جانا جائے کہ حقیر دولت کی خاطر کتاب اللہ کے احکام کو پسِ پشت ڈال دیا جائے، لیکن اگر کوئی شخص کتاب اللہ پر عمل پیرا رہتے ہوئے، مال و دولت کو حاصل کرتا ہے تو یہ کوئی شجرِ ممنوعہ نہیں ہے جس کے پاس بھی نہ پھٹکا جائے بلکہ یہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ کی روسے فضلِ ربانی ہے اور یہ شجرِ ممنوعہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ :

۱- قرآن پاک، اپنی ضروریات پوری کر لینے کے بعد بچ جانے والے مال میں سے ادائے زکوٰۃ اور قرضِ حسنہ کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے جو اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ لوگوں کے پاس عفو المال موجود ہو۔

۲- قرآن مجید، مال و دولت کو بھی خیر کے نام سے موسوم کرتا ہے مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ (۲/۲۷۳) وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۱۰۰/۸) ان تعلیمات کو بھی وہ خیر ہی کہتا ہے جو منزل من اللہ ہوں۔ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْا خَيْرًا (۱۶/۳۰) جب قرآنِ کریم دونوں کو (مال و دولت کو بھی اور وحی کی تعلیمات کو بھی) خیر ہی کہتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے حصول کو مذموم و ممنوع قرار دے، البتہ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ دنیوی خیر کو دینی خیر کے تابع رکھ کر حاصل کیا جائے اور جب ایسا کیا جائے تو جو خیر بھی از قبیلِ دنیا حاصل ہو گی وہ نہ تو عند اللہ معیوب و مبغوض ہو گی اور نہ ہی اس کے حاصل کرنے والوں کو ان وعیدوں کا مستحق گردانا جائے گا جن کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرویز صاحب، عمر بھر، جا و بیجا، بے سوچے سمجھے چسپاں کر دینے کے عادی رہے ہیں۔

جائزہ اعتراضِ ثانی

پرویز صاحب، کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ قرآن میں جمع زکوٰۃ کا سرے سے کوئی حکم ہی نہیں ہے۔ لہٰذا جس زکوٰۃ کے کے جمع اور وصول کرنے پر زور دیا جاتا ہے وہ قرآن سے ثابت نہیں ہے۔

پرویز صاحب اشتراکیت پر ایمان لا کر، اُسے مشرف بالاسلام کرنے کے لیے قرآن کریم کے ایک ایک لفظ سے اور ایک ایک اصطلاح سے زور آزمائی کیا کرتے تھے اور زندگی بھر ان قرآنی مصطلحات کے ظروف میں نئے معانی و مفاہیم کی شراب بھرا کرتے تھے، پھر ان خود ساختہ مفاہیم و مطالب کو معیار اور سند قرار دے کر وہ ہر اس چیز کے انکار پر تل جایا کرتے تھے جو اُن کے تصورات کے خلاف ہوں۔ قرآنی اصطلاح زکوٰۃ اور صدقات کے ساتھ بھی انھوں نے یہی کھیل کھیلا اور ان کے اصل معروف و متداول معانی سے انکار کر کے انہیں اپنی طرف سے نئے معانی دیئے اور پھر دھڑلے سے یہ دعویٰ کر ڈالا کہ:

> "ہمارے ہاں صدقات کے انہی مصارف کو زکوٰۃ کے مصارف کہا جاتا ہے اور کوئی نہیں پوچھتا کہ قرآن نے یہ مصارف، صدقات کے بتائے ہیں، انہیں زکوٰۃ کے مصارف کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے؟"
>
> (تفسیر مطالب الفرقان ج ۶ ص ۲۹)

حالانکہ انہی صدقات کا ذکر سورۂ توبہ کی آیت (۵۸) میں بھی ہے۔ جس کا ترجمہ خود پرویز صاحب نے یہ کیا ہے:

> "وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ (۹) الخ ان میں سے کچھ ایسے ہیں کہ مالِ زکوٰۃ بانٹنے میں تجھ پر عیب لگاتے ہیں (کہ تو لوگوں کی رعایت کرتا ہے) پھر حالت ان کی یہ ہے کہ اگر انہیں ان میں سے دیا جائے تو خوش ہو جائیں، نہ دیا جائے تو بس اچانک بگڑ بیٹھیں"
>
> (معارف القرآن ج ۴ ص ۱۸۵)

اس آیت میں پرویز صاحب نے "صدقات" سے مراد "مالِ زکوٰۃ" لیا ہے اور انہی صدقات کی تقسیم کا ذکر آیت (۹/۶۰) میں ہے خود پرویز صاحب رقمطراز ہیں کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"سابقہ آیات میں منافقین نے انہی صدقات کی تقسیم کے سلسلہ میں حضور کے خلاف الزام تراشی کی تھی، زیرِ نظر آیات میں انہی صدقات کے مصارف کا ذکر ہے"۔ (تفسیر مطالب الفرقان ج ۶، ص ۲۰۹)

یہی وہ "صدقات" (اموال زکوٰۃ) ہیں جن کی وصولی و جمع کا حکم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں دیا گیا ہے۔

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا (۹/۱۰۳)	لوگوں کے مالوں میں سے (اے نبی) تم صدقات (اموالِ زکوٰۃ) وصول کیا کرو.....

اس وصولی و جمع کے بعد ہی وہ مرحلہ آتا ہے جس میں اسلامی حکومت کا فریضہ "ایتاءِ زکوٰۃ" (۲۲/۴۱) بتایا گیا ہے نادار لوگوں کو زکوٰۃ دینے سے قبل، بہرحال خوشحال اور صاحبِ ثروت افراد سے اس کی وصولی و جمع کا مرحلہ مقدم اور ناگزیر ہے، جب زکوٰۃ جمع ہو جاتی ہے تو پھر بیت المال سے مستحقین کو عطا کی جاتی ہے، اس پر یہ کہنا کہ قرآن میں سرے سے وصولی و جمعِ زکوٰۃ کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں پایا جاتا ہے، ایک بیجا بات ہے۔ اپنے ہی خیالات میں مگن رہنے والوں کو کوئی چیز بھی اپنے مطلب کے خلاف قرآن میں نہیں ملا کرتی۔

اس آیت (۹/۱۰۳) کے تحت پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ:

"یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب ہنوز قرآنی نظام اپنی مکمل شکل میں قائم نہیں ہوا تھا، اس نظام میں ہر شخص اپنی آمدنی میں سے، اپنی ضروریات کے بقدر لے کر باقی سب مملکت کی خدمت میں پیش کر دیتا ہے کہ وہ اس سے حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرے" (۲/۲۱۹) (تفسیر مطالب الفرقان ج ۶ ص ۲۳۴)

جائزۂ اعتراضِ ثالث

پرویز صاحب کا یہ جملہ، بڑے تکرار کے ساتھ، اکثر و بیشتر مقامات پر آپ کو ملے گا ــــ "یہ اس زمانے کا ذکر ہے۔ جبکہ قرآنی نظام، ابھی نافذ نہیں ہوا تھا" ــــ لیکن کسی مقام پر انھوں نے بھولے سے بھی یہ نہیں بتایا کہ "قرآنی نظام" کا مکمل نفاذ کس سال میں ہوا تھا کیونکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ جس سال کو بھی "قرآنی نظام" کے مکمل نفاذ کا سال قرار دیں گے اس کے بعد تک بلکہ خلافت راشدہ تک کے دور میں ذاتی ملکیت کا اصول برقرار رہا ہے کہیں بھی وہ دور نہیں آیا جس میں زائد از ضرورت مال، لوگوں نے ریاست کے حوالے کر دیا ہو اور ریاست نے اُسے اپنی تحویل میں لے لیا ہو۔ اب یہاں دیکھئے کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً" کا حکم، غزوہ تبوک (رجب ۹ھ، مطابق نومبر ۶۳۵ء۔ معارف القرآن ج ۴ صفحہ ۵۹ اور معراج انسانیت صـ) کے بعد نازل ہوا اور پرویز صاحب آخر عمر تک یہی رٹ لگاتے رہے کہ "ہنوز قرآنی نظام، اپنی مکمل شکل میں قائم نہیں ہوا تھا" حالانکہ بقول پرویز صاحب "قرآنی نظام" کے تحت، ہر شخص، اپنی آمدنی میں سے بقدر ضرورت لے کر باقی سب کچھ جس حکم کے تحت، مملکت کی تحویل میں دینے پر مامور تھا وہ سورۂ بقرہ (۲/۲۱۹) میں موجود ہے اور ۲ھ میں نازل ہوا تھا۔ اب جب کہ ۲ ہجری میں نازل ہونے والے حکم کے بعد بھی ۹ھ تک اس پر عملدرآمد نہیں ہوا تو نہ معلوم پھر وہ "قرآنی نظام" نافذ کب ہوا تھا جس کا یہ لوگ ڈھنڈورا پیٹتے نہیں تھکتے۔ جب خلفاء راشدین تک کے دور میں مال و دولت اور زمین کی شخصی ملکیت کا وجود ثابت و برقرار رہا ہے، (جیسا کہ اس سے قبل پرویز صاحب کی کتب کے حوالوں سے گزر چکا ہے) تو پھر نہ معلوم وہ انتہائی مرحلہ کس سن و سال میں آیا ہے جب لوگوں کے پاس زائد از ضرورت کوئی مال و دولت نہیں رہی؟ کاش پرویز صاحب یہ وضاحت بھی کر ڈالتے کہ ان کے "قرآنی نظام" کے نفاذ کے تین مراحل، کن سن و سال میں طے پائے تھے تاکہ ہم خود بھی قرآن کی روشنی میں ان کا جائزہ لے سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ "قُلِ الْعَفْوَ" کا وہ انتہائی مرحلہ (جسے مارکسزم سے ماخوذ نام نہاد نظامِ ربوبیت کی آخری منزل کے طور پر پرویز صاحب نے پیش کیا تھا) عہدِ نبوی یا خلافتِ راشدہ میں آیا ہی نہیں)، یہ صرف مفکرِ قرآن کی اپنی فکری اُپج ہے جو اُن کے اپنے ذہن کے سوا عالمِ واقعہ میں کہیں اپنا وجود نہیں رکھتی۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں، ورنہ تعمیل ممکن نہ ہوگی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ